شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کا منہج تفسیر (سورۃ البقرۃ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

Sheikh-ul-Qura'n Maulana Muhammad Tahir Panjpiri: His Methodology of Quranic Exegesis; Analytical Study in the Light of Surah Al Baqarah

محمد نواز*

ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء**

ABSTRACT

Muhammad Tahir was one of the greatest Pashtun interpreters of the Holy Quran from the last century. He introduced unprecedented principles and methods in the exegesis of the Quran such as, explaining the objectives of the Quran, discussing five important points at the start of every Surah, explaining coherence among verses, and particularly interpreting Quran by Quran itself. This approach to the interpretation of the Quran made the themes of the Quran equally easy and accessible to both the learned and the lay reader of the Text. Hundreds and Thousands of the Quran sessions throughout the length and breadth of the country are evidence of this fact. Feeling the importance of work, the Department of Islamiyat University of Peshawar initiated PhD's level research project in 2015 to compile, materialize and study critically the Quranic Audio lessons of Shaykh al Quran Maulana Muhammad Tahir along with proper references and citations. In this article, his methodology of Quranic exegesis, applying on Sura Al Baqara, is being discussed.This project being unique in its nature will not only pave the way to transform audios of different religious scholars into valuable and benficial research projects whose works have not been explored hitherto, but will be proved a valubale addition in the list of Quranic exegeses having unique style to understand Quran according to the needs of the contemporary world.

Keywords: *Shaykh ul Quran Maulana Muhammad Tahir Panjpiri, Quranic Exegesis, Methodolgy, Analytical Study, Sura Al Baqara.*

---

* لیکچرر، شعبہ اسلامیات، جامعہ پشاور

** ڈین، علوم اسلامیہ وعلوم شرقیہ، جامعہ پشاور

تعارف مؤلف

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر ضلع صوابی، صوبہ خیبر پختونخوا کے ایک چھوٹے سے گاؤں پنج پیر[۱] میں ربیع الثانی ۱۳۳۴ بمطابق فروری ۱۹۱۶ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کی وجہ شہرت قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر مولانا حسین علی[۲] اور مولانا عبید اللہ سندھی[۳] سے پڑھی۔ آپ نے انہی اساتذہ کے اصولوں پر مزید اضافہ کر کے قرآن مجید کی تفسیر کو ایک ایسے عام فہم انداز میں پڑھایا ہے کہ آج ملک پاکستان کے طول و عرض میں آپ کے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد قرآن مجید کے تعلیم و تعلم سے وابستہ ہے۔ آپ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۸۷ء تک مسلسل پانچ دہائیاں قرآن مجید کی تفسیر پڑھانے سے وابستہ رہے۔ ۲۹ مارچ ۱۹۸۷ء کو وفات پائی اور اپنے آبائی گاؤں پنج پیر میں دفن ہوئے۔[۴]

تعارف تفسیر

پشتونوں کی سرزمین یعنی خیبر پختونخوا اور افغانستان میں شیخ القرآن کا لقب پانے والے مولانا محمد طاہر کی وجۂ شہرت قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر ہے۔ آپ چھوٹی بڑی ستائیس کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے اکثر

---

(۱) مجلس مؤلفین، پنج پیر، اردو دائرۃ المعارف، دانش گاہ، پنجاب، لاہور، طبع اول: ۱۹۶۶ء، ۵/ ۶۸۶

(۲) حسین علی بن حافظ میاں محمد بن عبداللہ حنفی، نقشبندی واں بھچراں ضلع میانوالی میں ۱۲۸۳ھ بمطابق ۱۸۶۶ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے علاقے کے اساتذہ سے پڑھیں۔ کتب حدیث مولانا رشید احمد گنگوہی سے پڑھیں۔ علوم سے فراغت کے بعد اپنے گاؤں واپس آتے ہی دین حق، توحید اور اتباع سنت کی دعوت شروع کی۔ قبر پرستی اور شرک و بدعت کی تردید کی پاداش میں آپ کو واں بھچراں چھوڑنا پڑا اور اپنی زمینوں میں رہائش اختیار کی لیکن استقلال میں کوئی کمی نہ آئی۔ رجب ۱۳۶۳ھ بمطابق ۱۹۴۴ء کو وفات پائی۔ (عبدالحی حسنی، نزہۃ الخواطر، دار ابن حزم، بیروت، لبنان، طبع اول: ۱۹۹۹ء، ۸/ ۱۳۳-۱۳۴)

(۳) عبید اللہ سندھی، ضلع سیالکوٹ کے گاؤں چیانوالی میں ۱۲۸۹ھ بمطابق ۱۸۷۲ء کو ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے خاندان کا پیشہ زرگری تھا۔ والد پیدائش سے چار ماہ پہلے فوت ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد دادا کی وفات کے بعد ان کی والدہ انہیں اپنے ساتھ ننھیال لے آئی۔ ایک ہندو پنڈت اور مسلمان عالم کے درمیان مناظرہ ان کے اسلام کا سبب بنا۔ تحفۃ الہند پڑھنے سے اسلام کی حقانیت دل میں مزید پختہ ہوئی۔ دارالعلوم دیوبند سے دینی علوم کی تکمیل کی۔ ۱۳۶۳ھ بمطابق ۱۹۴۴ء کو دین پور (بہاولپور) میں وفات پائی اور یہیں دفن ہوئے۔ (عبدالحی حسنی، نزہۃ الخواطر، ۸/ ۳۲۳-۳۲۸)

(۴) حقانی، عزیز الرحیم، شیخ القرآن کی علمی و تفسیری خدمات، مقدمہ ایم فل مقالہ، جامعہ پشاور، ۱۹۹۲ء، ص: ۱۰

قرآن اور علوم القرآن سے متعلق ہیں۔(۱) آپ کا مکمل ترجمہ اور تفسیر "صوت" کی شکل میں پشتو زبان میں موجود ہے۔(۲)

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کے درس کے دُوررَس اثرات (بالخصوص پاکستان اور افغانستان) کے پیشِ نظر اُن کی "آواز" کو تحریر اور علاقائی زبان سے قومی زبان میں متعارف کرانا وقت کی ایک اہم ضرورت تھی۔ شعبۂ اسلامیات، جامعہ پشاور نے اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے اُن کی تفسیر کو منظرِ عام پر لانے کے لیے ۲۰۱۵ء میں پی ایچ ڈی کی سطح پر ایک پراجیکٹ کا آغاز کیا ہے۔(۳)

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کے نزدیک معاشرے کی اصلاح کے لیے قرآن مجید سے بہترین ذریعہ کوئی نہیں ہے اسی لیے اُن کی تفسیر کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کو دورِ حاضر کے مسائل پر یوں منطبق کرتے ہیں کہ سامع کو قرآن مجید کے تازہ کلام ہونے کا یقین مزید بڑھ جاتا ہے۔(۴)

اُن کی تفسیر کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ معاشرے سے تعلق رکھنے والا ہر طبقہ اُسے سمجھ سکتا ہے۔ اگر ایک جانب علماء اور فضلاء علمی نکات سے اپنے دامن بھرتے ہیں تو دوسری جانب عوام کی ایک بڑی تعداد اس علمی چشمہ سے سیراب ہوتی ہے۔

اُن کی تفسیر میں قرآن مجید کی تمام سورتوں کو سمجھنے کا اُسلوب شروع سے لے کر آخر تک یکساں ہے۔ اسی طرح ہر سورۃ کا خلاصہ اور سورۃ میں ہر باب کا خلاصہ بیان کرنا اُن کی تفسیر کو دیگر تفاسیر سے ممتاز کرتی ہے۔(۵)

---

(۱) میاں محمد الیاس، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری حیات وخدمات اور ان کی قرآنی تحریک، اشاعت اکیڈمی، قصہ خوانی، پشاور، س ن، ص: ۱۹۲-۱۹۳، قرآن اور علوم القرآن سے متعلق کتابوں میں نیل السائرین فی طبقات المفسرین، العرفان من اصول القرآن، سمط الدرر فی ربط الآیات والسور، اللمعان من خلاصۃ سُوَرِ القرآن وغیرہ شامل ہیں۔

(۲) شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کا مکمل آڈیو درس اس لنک پر ملاحظہ کریں:
https://archive.org/details/DoraTafseer1983Panjpir

(۳) اصول التفسیر، سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ پر کام مکمل ہو چکا ہے۔ اور مابعد سورتوں پر شعبہ کے دیگر فضلاء کا کام جاری ہے۔

(۴) محمد نواز، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کی پشتو صوتی تفسیر کا اردو ترجمہ، تحقیق وتدوین (مقدمہ، سورۃ الفاتحہ تا آخر سورۃ البقرۃ)، پی ایچ ڈی مقالہ، جامعہ پشاور، سن تکمیل: ۲۰۱۹ء، ص: ۴۷۷، ۴۷۹

(۵) محمد نواز، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کی پشتو صوتی تفسیر کا اردو ترجمہ، تحقیق اور تدوین (مقدمہ، سورۃ الفاتحہ تا آخر سورۃ البقرۃ)، ص: ۳۱۰، ۴۷۶، ۶۰۹۔ اس ضمن میں شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کی کتاب "سمط الدرر" کا مطالعہ نہایت مفید ہے جس میں قرآن مجید کی تمام سورتوں کا خلاصہ ایک خوبصورت انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔

منہج تفسیر

۱. مقاصد ثمانیہ

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کے نزدیک قرآن مجید میں بیان ہونے والے اہم مقاصد کی تعداد آٹھ ہے، جن میں پہلے چار کے لیے وہ "اصول مہمہ" اور دوسرے چار کے لیے "اصول ممدۃ" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں:(۱)

اصول مہمہ: توحید، رسالت، صداقت کتاب اور ایمان بالآخرۃ

اصول ممدۃ: جہاد فی سبیل اللہ، انفاق فی سبیل اللہ، تنظیم اور آداب

قرآن مجید کی بعض سورتیں مذکورہ مقاصد میں سے ایک مقصد پر مشتمل ہیں جیسے سورۃ الاخلاص صرف توحید پر، سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الانشراح "رسالت" پر، سورۃ القدر "صداقت کتاب" پر اور سورۃ الزلزال، سورۃ القارعۃ "ایمان بالآخرۃ" پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح سورۃ محمد اور سورۃ الانفال "جہاد فی سبیل اللہ" پر، سورۃ الحدید "انفاق فی سبیل اللہ" پر، سورۃ المجادلۃ "تنظیم"(۲) اور سورۃ الحجرات "آداب" پر مشتمل ہیں۔

اکثر سورتیں مذکورہ آٹھ مقاصد میں سے ایک سے زیادہ مقاصد پر مشتمل ہیں جیسے سورۃ البقرۃ میں اصول مہمہ میں سے دو مقاصد یعنی توحید و رسالت اور اصول ممدۃ میں سے دو مقاصد یعنی جہاد و انفاق بالتفصیل بیان کئے گئے ہیں۔

۲. سورۃ کے آغاز میں اہم پانچ اُمور

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کا اسلوب تفسیر یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کی کسی بھی سورۃ کو آسانی سے سمجھنے اور سمجھانے کے لیے اس کے آغاز میں پانچ ضروری امور سے بحث کرتے ہیں:

۱۔ مکی مدنی کی معرفت اور ترتیب نزولی و مصحفی کی پہچان

۲۔ گذشتہ سورۃ کے ساتھ ربط

۳۔ سورۃ کے امتیازات

۴۔ سورۃ کا مقصد

۵۔ مضمون کے اعتبار سے سورۃ کو تقسیم کرنا

---

(۱) پنج پیری، محمد طاہر، العرفان من اصول القرآن، مکتبۃ الیمان، جامعۃ الامام دارالقرآن پنج پیر، صوابی، طبع دہم، س ن، ص: ۴۱-۶۷

(۲) تنظیم سے مراد مسلمانوں کا باہمی نظم و نسق کے ساتھ زندگی گزارنا، امیر یعنی حاکم وقت کی اطاعت کرنا، اتحاد و اتفاق کو فروغ دینا اور اختلاف و تفرق سے اجتناب کرنا۔

ذیل میں مذکورہ امور کی تفصیل کو مثالوں سے واضح کیا جاتا ہے:

مکی مدنی کی معرفت اور ترتیب نزولی و مصحفی کی پہچان

شیخ القرآن کے نزدیک مکی مدنی کی معرفت سورۃ کے مقصد کے تعیین میں ممد اور معاون ہے کیونکہ مکی سورتوں میں زیادہ تر بحث عقائد، مشرکین مکہ کے اعتراضات، شبہات اور ان کے جوابات، اللہ کے رسول ﷺ کو گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات کے ذریعے تسلی دینا وغیرہ۔ اور مدنی سورتوں میں عبادات، اہل کتاب اور منافقین کی مذمت اور عقائد کے علاوہ سیاست مدینہ اور تدبیر منزل[۱] کے احکام مذکور ہیں۔ اسی طرح بعض الفاظ کے معنی کا تعین بھی اسی پیرائے میں دیکھا جائے گا۔ مثلاً اگر لفظ زکوۃ مکی سورۃ میں آجائے تو شیخ القرآن اس سے "تطہیر القلب" مراد لیتے ہیں اور مدنی سورتوں میں اصطلاحی معنی میں لیتے ہیں۔ مکی سورۃ میں لفظ جہاد سے جہاد مع النفس اور جہاد بالقرآن لیتے ہیں۔ اور مدنی سورتوں میں الگ مفہوم مراد لیتے ہیں۔

سورۃ البقرۃ مدنی سورۃ ہے۔ نزول کے اعتبار سے ستاسی (۸۷) نمبر پر اور قرآن مجید کی موجودہ ترتیب میں سورۃ الفاتحہ کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔

گذشتہ سورۃ کے ساتھ ربط

سورتوں کے مابین ربط سے مراد یہ ہے کہ وہ کون سی وجوہات ہیں جن کے سبب ایک سورۃ کو دوسری سورۃ کے بعد رکھا گیا ہے اور جس ترتیب سے قرآن مجید اللہ کی طرف سے نازل ہوا تھا اس کے برعکس دوسری ترتیب سے قرآن مجید کو جمع کیا گیا۔ مثلاً: سورۃ الفاتحہ آسمان سے پانچویں نمبر پر نازل ہونے والی مکی سورۃ ہے جبکہ سورۃ البقرۃ ستاسی نمبر پر نازل ہونے والی مدنی سورۃ ہے[۲]۔ وہ کیا وجوہات ہیں جن کی وجہ سے درمیان کی بیاسی (۸۲) سورتیں چھوڑ

---

(۱) سیاست مدینہ کی تعریف یہ ہے: "وَهِي الْحِكْمَة الباحثة عَن كَيْفيَّة حفظ الرَّبْط الْوَاقِع بَين أهل الْمَدِينَة وأعني بِالْمَدِينَةِ جمَاعَة مُتَقَارِبَة تجْرِي بَينهم الْمُعَامَلَات وَيكُونُونَ أهل منَازِل شَتَّى"، "یہ وہ علم ہے جس میں کسی شہر (یا ملک) میں بسنے والوں لوگوں کے درمیان پائے جانے والے تعلق کی حفاظت کی کیفیت سے بحث کی جاتی ہے اور میری مراد "مدینہ" سے وہ جماعت اور گروہ ہے جن میں باہمی تعلق ہو، ان کے درمیان معاملات جاری ہوں، اور الگ الگ مکانات میں رہتے ہوں"، (شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، دار الجیل، بیروت، لبنان، طبع اول: ۱۴۲۶ھ، ۱/ ۹۲)، شاہ ولی اللہ "تدبیر منزل" کی تعریف کرتے ہیں: "وَهُوَ الْحِكْمَة الباحثة عَن كَيْفيَّة حفظ الرَّبْط الْوَاقِع بَين أهل الْمنزل" (شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ۱/ ۸۸] "وہ علم جس میں ایک گھر کے باشندوں میں پائے جانے والے ربط و تعلق کی حفاظت کی کیفیت سے بحث کی جاتی ہے"، حاجی خلیفہ "تدبیر منزل" کی تعریف کرتے ہیں: "هو علم بمصالح جماعة متشاركة في المنزل" "وہ علم جو اس گروہ اور جماعت کی مصلحتوں پر مشتمل ہو جو ایک ہی گھر میں شریک رہتے ہوں" (حاجی خلیفہ، کشف الظنون، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، س ن، ۱/ ۳۸۱)

(۲) ابن الضُّریس، فضائل القرآن، دار الفکر، دمشق، سوریا، طبع اول: ۱۴۰۸ھ، ص: ۳۳

کر سورۃ البقرۃ کو سورۃ الفاتحہ کے بعد رکھا گیا۔ شیخ القرآن اسے "الربط بين السور" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ سورتوں کے مابین ربط پر آپ کی مستقل تصنیف کا نام "سمط الدرر في ربط الآيات والسور" ہے۔ جو مکتبۃ الیمان دارالقرآن پنج پیر، ضلع صوابی، خیبر پختونخوا سے طبع ہوئی ہے۔ انہوں نے سورۃ البقرۃ کو سورۃ الفاتحہ کے ہر ہر جملے کے ساتھ ایسے مربوط کیا ہے گویا کہ سورۃ الفاتحہ متن اور سورۃ البقرۃ اس کی تشریح ہے۔ آپ کے ہاں سورتوں کے مابین ربط قرآن مجید کے آخر تک اسی انداز سے پایا جاتا ہے۔ سورۃ البقرۃ کے سورۃ الفاتحہ کے ساتھ ربط پر بطور مثال چند وجوہ ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ سورۃ الفاتحہ کے آخر میں تین گروہوں یعنی منعم علیہم، مغضوب علیہم اور الضالین کو اجمال کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ سورۃ البقرۃ کی ابتدائی بیس آیات ان تین گروہوں کی تفصیل اور وضاحت ہے۔[۱] پہلی پانچ آیات میں منعم علیہم کی پانچ صفات بیان کی گئی ہیں۔ آیت:۶-۷ میں مغضوب علیہم اور آیت:۸-۱۶ تک الضالین کی تفصیل کی گئی ہے۔ آیت:۱۷-۲۰ میں مذکورہ گروہوں کی توضیح کے لیے مثالیں دی گئی ہیں۔

۲۔ سورۃ الفاتحہ میں ﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾[۲] "مضبوط کر ہمیں سیدھے راستے پر"[۳] کا سوال کیا گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صراط مستقیم سے مراد کیا ہے؟ سورۃ البقرۃ کے آغاز میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ وہ سیدھا راستہ ذَلِكَ الْكِتَابُ[۴] ہے۔[۵]

۳۔ سورۃ الفاتحہ میں ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾[۶] "ہم خاص تجھ سے مدد مانگتے ہیں" ذکر کیا گیا۔ سورۃ البقرۃ میں:

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾[۷]

---

(۱) سیوطی، اسرار ترتیب القرآن، تحقیق: عبد القادر احمد عطا، دار الاعتصام، قاہرہ، طبع دوم: ۱۹۷۸ء، ص: ۷۸

(۲) سورۃ الفاتحہ: ۵۔ (مقالہ میں آیات کا کیا گیا ترجمہ "شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری" کا ہے۔)

(۳) ہدایت کے اس معنی کی نسبت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف کی گئی ہے: "ثَبِّتْنَا كما يقال للقائم قُمْ حتى أعودَ إليك أي دُمْ على ما أنتَ عليه وهذا الدعاء من المؤمنين مع كونهم على الهداية بمعنى التثبيت وبمعنى طلب مزيد الهداية" "ہمیں ثابت قدم رکھ جس طرح کھڑے شخص کو کہا جاتا ہے: کھڑے رہو یہاں تک کہ میں تمہاری طرف لوٹ کر آ جاؤں۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی کھڑی ہونے والی حالت پر دائم رہو۔ ایمان والوں کی طرف سے یہ دعا باوجود اس کے کہ وہ ہدایت پر ہیں بمعنی ثابت رہنے کے اور مزید طلب ہدایت کے ہوں گے" (بغوی، ابو محمد حسین بن مسعود فراء، معالم التنزیل، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع اول: ۱۴۲۰ھ، ۱/ ۷۵)

(۴) سورۃ البقرۃ: ۲

(۵) سیوطی، اسرار ترتیب القرآن، ص: ۵۵

(۶) سورۃ الفاتحہ: ۴

(۷) سورۃ البقرۃ: ۴۵

اور مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ذریعے۔

کے ذریعے استعانت کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

۴۔ سورۃ الفاتحہ میں:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ (۱)

ہم خاص تیری عبادت کرتے ہیں۔

ذکر کیا گیا اور اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی۔ سورۃ البقرۃ میں اس دعوی کو صیغہ امر

﴿اعْبُدُوا رَبَّكُمُ﴾ (۲)

صرف اپنے رب کی عبادت کرو۔

کے ساتھ ذکر کیا گیا اور اس کو ثابت کرنے کے لیے پانچ عقلی دلائل ذکر کئے گئے ہیں۔ وہ پانچ پانچ عقلی دلائل یہ ہیں: وہ اللہ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اس نے زمین کو تمہارے لیے فرش بنایا۔ اور آسمان کو چھت بنایا۔ اوپر سے بارش برساتا ہے اور اس کے ذریعے تمہارے لیے رزق پیدا کرتا ہے۔ (۳)

۵۔ سورۃ الفاتحہ میں:

﴿الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾ (۴)

عام مہربان ہے خاص مہربان ہے۔

ذکر کیا گیا۔ سورۃ البقرۃ میں اللہ کی عمومی اور خصوصی مہربانیوں کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے۔

﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ﴾ (۵)

کیسے تم اللہ (کی توحید) کا انکار کرتے ہو۔

سے چار وہ عمومی نعمتیں ذکر کی جاتی ہیں جو اللہ نے بنی نوع انسان پر کی ہیں (۶)۔ اور

---

(۱) سورۃ الفاتحہ:۴

(۲) سورۃ البقرۃ:۲۱

(۳) سورۃ البقرۃ:۲۱-۲۲

(۴) سورۃ الفاتحہ:۲

(۵) سورۃ البقرۃ:۲۸

(۶) پہلی نعمت سورۃ البقرۃ:۲۸ (تم کیسے اس کی وحدانیت سے انکار کرتے ہو حالانکہ اس نے تمہیں عدم سے وجود بخشا ہے)، دوسری نعمت سورۃ البقرۃ:۲۹ (زمین میں پیدا کر دہ تمام چیزوں کو تمہارے فائدے کے لئے پیدا کیا ہے)، تیسری نعمت سورۃ

﴿وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ﴾ (۱)

اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی۔

سے بنی اسرائیل پر خصوصی مہربانیوں کی مثالیں ہیں۔ (۲)

سورۃ کے امتیازات

سورۃ کے امتیازات یا خصوصیات سے مراد یہ ہے کہ وہ کون کون سی باتیں ہیں جو قرآن مجید کی اس سورۃ میں موجود ہیں اور دوسری سورۃ میں موجود نہیں ہیں۔ یا اس سے مراد وہ امور بھی ہیں جو قرآن مجید کی اس سورۃ میں جس طرز پر موجود ہیں دوسری سورۃ میں اس طرز پر موجود نہیں ہیں۔ مثلا سورۃ البقرۃ کی خصوصیات میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ سورۃ البقرۃ قرآن مجید کی طویل سورۃ ہے، جو دو سو چھیاسی آیات پر مشتمل ہے۔ (۳)

۲۔ اِس سورۃ میں قرآن مجید کی طویل آیت ہے۔ (۴)

۳۔ اِس سورۃ میں ایک ہزار اوامر اور ایک ہزار نواہی ہیں۔ (۵)

۴۔ اس سورۃ میں طالوت اور اصحاب طالوت کا واقعہ ہے (۶)۔

۵۔ وہ سورۃ جس میں حدیث رسول ﷺ کے مطابق (۷) قرآن مجید کی "اعظم آیت" آیت الکرسی ہے۔ (۸)

البقرۃ: ۳۰-۳۶ (تمہارے جد امجد آدم علیہ السلام کو فرشتوں اور جنات پر فضیلت دی ہے) اور چوتھی نعمت سورۃ البقرۃ: ۳۷ (تمہارے جد امجد آدم علیہ السلام سے ایک لغزش ہوئی تھی اُسے معاف کیا)۔

(۱) سورۃ البقرۃ:۴۹

(۲) جس میں فرعون سے نجات، ڈوبنے سے نجات، کتاب کا دیا جانا، قتل ہونے سے بچانا، موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنا، بادلوں کا سایہ، من وسلویٰ کا بھیجنا اور ایک ہی پتھر سے بارہ چشموں کا پھوٹنا شامل ہیں۔ مطالعہ کریں، سورۃ البقرۃ:۴۹-۶۰

(۳) زرکشی، بدرالدین، البرہان فی علوم القرآن، تحقیق: ابو الفضل دمیاطی، دارالحدیث، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۶ء، ۱۷۸/۱

(۴) سورۃ البقرۃ:۲۸۲

(۵) ابن العربی، قاضی محمد بن عبد اللہ، ابو بکر، احکام القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طبع سوم: ۲۰۰۳ء، ۱۵/۱

(۶) سورۃ البقرۃ:۲۴۶-۲۵۱، قرآن مجید میں طالوت کا نام صرف سورۃ البقرۃ میں مذکور ہے، اس کے علاوہ کسی اور سورۃ میں طالوت کا ذکر نہیں کیا گیا۔

(۷) قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسي، حدیث نمبر: ۸۱۰، تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، سعودی عرب، طبع سوم: ۲۰۰۰ء

(۸) سورۃ البقرۃ:۲۵۵

سورۃ کا مقصد

شیخ القرآن کے منہج تفسیر میں سب سے زیادہ اہمیت جس چیز کو حاصل ہے وہ "سورۃ کا مقصد" ہے۔ اور "مقصد السورۃ" کیوں ضروری ہے، اس کی وجہ شیخ القرآن یوں ذکر کرتے ہیں:

> "کسی بھی سورۃ میں متعدد چیزیں بیان ہوئی ہوتی ہیں۔ مثلاً: دلائل، مثالیں، زجر، تخویف، بشارت[۱]۔ لیکن دلیل مقصد نہیں ہے کیونکہ دلیل کسی چیز کو ثابت کرنے کے لیے پیش کی جاتی ہے۔ مثال مقصد نہیں ہے کیونکہ مثال کسی چیز کی توضیح کے لیے دی جاتی ہے۔ زجر اور تخویف مقصد نہیں ہے کیونکہ کسی بات کے نہ ماننے پر دھتکار اور ڈراوا دیا جاتا ہے۔ بشارت مقصد نہیں ہے کیونکہ خوشخبری کسی بات کے ماننے پر دی جاتی ہے۔ اس چیز اور بات کا نام "مقصد" ہے جس کو ثابت کرنے کے لیے دلیل، وضاحت کے لیے مثال، نہ ماننے پر زجر و تخویف اور ماننے پر بشارت دی جاتی ہے"۔[۲]

مقصد السورۃ کی اسی اہمیت کے پیش نظر آپ نے ایک غلطی کی بھی بار بار اصلاح کی کوشش کی ہے کہ اکثر لوگ "ترجمہ اور مقصد" کے مابین فرق نہیں سمجھتے۔ جب کہ ان دونوں کے مابین واضح فرق ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص سے سورۃ الکوثر کا مقصد پوچھا جائے تو وہ فوراً اس کا ترجمہ شروع کر دیتا ہے۔

پہلی مثال: سورۃ الکوثر کا مقصد ہے کہ اللہ اپنے بندے سے فرماتا ہے: دو چیزیں تمہارے پاس ہیں وہ میرے لیے کرو یعنی عبادت بدنی اور عبادت مالی۔ بدلے میں دو چیزیں میں تمہیں عطا کروں گا یعنی خیر کثیر اور دشمن کی ہلاکت۔[۳]

دوسری مثال: سورۃ البقرۃ دو سو چھیاسی آیات پر مشتمل ہے جس میں چار اہم مقاصد بیان کئے گئے ہیں:[۴]

۱۔ توحید

۲۔ رسالت

۳۔ جہاد فی سبیل اللہ

۴۔ انفاق فی سبیل اللہ

مضمون کے اعتبار سے سورۃ کی تقسیم

---

(۱) بقاعی، ابراہیم بن عمر بن حسن الرباط بن علی، مصاعد النظر للاشراف علی مقاصد السور، مکتبۃ المعارف، ریاض، سعودی عرب، طبع اول: ۱۹۸۷ء، ص: ۱۴۹

(۲) محمد طاہر، العرفان من اصول القرآن: ۶۸-۶۹

(۳) پنج پیری، محمد طاہر، سمط الدرر فی ربط الآیات والسور، مکتبۃ الیمان، جامعۃ الامام دار القرآن، پنج پیر، صوابی، ص: ۲۴۳

(۴) محمد طاہر، سمط الدرر فی ربط الآیات والسور، ص: ۳۳

یہ بات مسلم ہے کہ کسی بھی طویل بحث اور گفتگو کو آسانی سے سمجھنے کے لیے اسے چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کرنا زیادہ نافع اور سود مند ہے۔ شیخ القرآن کے استاد مولانا حسین علی نے پورے قرآن مجید کو آسانی سے سمجھنے کے لیے اسے چار حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حصہ الحمد للہ سے شروع ہوتا ہے[۱]۔ بالکل اسی طرح مولانا محمد طاہر نے قرآن مجید کی اکثر سورتیں بالخصوص طویل سورتوں کو مضمون کے اعتبار سے کئی حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ جیسے سورۃ المائدۃ کو دس ابواب میں، سورۃ یوسف کو سات مراحل میں، سورۃ الانعام کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے[۲]۔ سورۃ البقرۃ کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ پہلا حصہ آیت ۱ سے آیت ۹۶ تک ہے اور اس میں پہلا مقصد اور مضمون "توحید" بیان ہوا ہے۔

۲۔ دوسرا حصہ آیت ۹۷ سے آیت ۱۷۶ تک ہے اور اس میں دوسرا مضمون "رسالت" بیان ہوا ہے۔

۳۔ تیسرا حصہ آیت ۱۷۷ سے آیت ۲۵۳ تک ہے اور اس میں تیسرا مضمون "جہاد فی سبیل اللہ" بیان ہوا ہے۔

۴۔ چوتھا حصہ آیت ۲۵۴ سے سورۃ کے اختتام تک ہے جس میں چوتھا مضمون "انفاق فی سبیل اللہ" بیان ہوا ہے۔[۳]

۳. تفسیر القرآن بالقرآن

شیخ القرآن کے منہج تفسیر میں تفسیر بالماثور بہت نمایاں ہے[۴] اور اس میں اغلب "تفسیر القرآن بالقرآن"[۵] ہے۔ صرف سورۃ البقرۃ میں تفسیر القرآن بالقرآن کی بیسیوں مثالیں ہیں۔ مثال کے طور پر:

﴿وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ﴾[۶]

اور جب پروردگار نے چند باتوں میں ابراہیم کی آزمائش کی تو ان میں پورے اترے۔

---

(۱) حسین علی، بلغۃ الحیران فی ربط آیات القرآن، اشاعت اکیڈمی، قصہ خوانی، پشاور، ۲۰۰۸ء، ص: ۶۱-۶۲

(۲) محمد طاہر، سمط الدرر فی ربط الآیات والسور، ص: ۵۶-۵۸

(۳) ایضا، ص: ۳۴

(۴) محمد طاہر، العرفان من اصول القرآن، ص: ۱۸۳

(۵) لأن تفسير كلام الله تعالى بكلام الله أقرب الطرق إلى الصدق والصواب، "اس لئے کہ کلام اللہ کے ذریعے کلام اللہ کی تفسیر سچ اور درستگی تک پہنچنے کا سب سے نزدیک راستہ ہے" (رازی، ابو عبداللہ محمد بن عمر، فخر الدین، التفسیر الکبیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع سوم: ۱۴۲۰ھ، ۱۰/ ۳۵) یہی بات عزالدین بن عبد السلام نے الاشارۃ الی الایجاز فی معرفۃ انواع المجاز، المطبعۃ العامرۃ، قاہرہ، ۱۳۱۳ھ، ص: ۲۲۰، میں، ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی، مجمع الملک فہد، سعودی عرب، ۱۴۱۶ھ، ۱۳/ ۳۶۳، میں، اور ابن کثیر نے مقدمہ تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اول: ۱۴۱۹ھ، ۱/ ۸، میں ذکر کی ہے۔

(۶) سورۃ البقرۃ: ۱۲۴

مفسرین نے کلمات کی تفسیر میں متعدد اقوال ذکر کیے ہیں[۱]۔ لیکن شیخ القرآن اُن اقوال کو دو وجہ سے مرجوح قرار دیتے ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن مجید نے خود ان کلمات یعنی ابراہیم علیہ السلام پر آنے والے امتحانات کو ذکر کیا ہے جن کی تعداد سات ہے:

۱۔ نمرود کے ساتھ مناظرہ کرنا [۲]

۲۔ باپ اور قوم کے سامنے حق بات کہنا[۳]

۳۔ بتوں کو توڑنا [۴]

۴۔ آگ میں ڈالا جانا [۵]

۵۔ ہجرت کرنا [۶]

۶۔ اپنی بیوی اور بچے کو اللہ کے حکم سے مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑنا [۷]

۷۔ بیٹے کی گردن پر چھری پھیرنا[۸]

اور دوسری وجہ یہ کہ مفسرین کی ذکر کردہ روایات اس لیے مرجوح ہیں کیونکہ وہ آیت میں مذکور لفظ ﴿ابۡتَلَی﴾ کے مفہوم کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتیں۔ ﴿ابۡتَلَی﴾ آزمائش اور امتحان کو کہتے ہیں اور آزمائش وامتحان

(۱) ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عباس اور تابعین سے کل سات مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔ (ابن ابی حاتم، عبدالرحمن بن محمد، رازی، تفسیر القرآن العظیم، مکتبہ نزار مصطفی الباز، سعودی عرب، طبع سوم، ۱/۲۱۹-۲۲۱)

(۲) سورۃ البقرۃ:۲۵۸

(۳) سورۃ الانعام:۷۴، سورۃ مریم:۴۲، سورۃ الانبیاء:۵۲

(۴) سورۃ الانبیاء:۵۷-۵۸، سورۃ الصافات:۹۳

(۵) سورۃ الانبیاء:۶۸، سورۃ العنکبوت:۲۴، سورۃ الصافات:۹۷

(۶) سورۃ الصافات:۹۹

(۷) سورۃ ابراہیم:۳۷

(۸) سورۃ الصافات:۱۰۲-۱۰۳

"امور شاقہ" میں لیا جاتا ہے جو نفس پر گراں ہوں(۱)۔ جہاں تک احکام فطرت اور دیگر احکام کا تعلق ہے اس کی بجا آوری ایک عام مؤمن بھی کر سکتا ہے۔(۲)

شیخ القرآن فرماتے ہیں:

> "کلمات کی تفسیر میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ(۳) سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ لیکن ان روایات میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی وہی روایت راجح ہے جس کی تائید "تفسیر القرآن بالقرآن" سے ہوتی ہے۔"

ابن ابی حاتم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

> "وہ کلمات جن کے ذریعے ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا گیا اور وہ ان میں پورا اترے۔ ۱۔ حکم الٰہی کے مطابق اپنی قوم سے الگ ہونا۔ ۲۔ خطرے کے باوجود نمرود کی مخالفت میں کھڑا ہونا اور اس کے ساتھ مناظرہ کرنا۔ ۳۔ اللہ کے لیے ہولناک آگ میں ڈالے جانے پر صبر کرنا۔ ۴۔ حکم الٰہی کے مطابق اپنے وطن اور اپنے شہر سے ہجرت کرنا۔ ۵۔ مہمانوں کی ضیافت کا حکم دینا اور اس پر صبر کرنا۔ ۶۔ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی آزمائش۔"(۴)

آیت کی تفسیر میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی دیگر اقوال یہ ہیں:

---

(۱) ابو ہلال عسکری [وفات: ۳۹۵ھ] نے ابتلاء اور اختبار کے مابین فرق ذکر کیا ہے: "أن الابتلاء لا يكون إلا بتحميل المكاره والمشاق والاختبار يكون بذلك وبفعل المحبوب" "وہ امور جن کا اٹھانا نفس پر گراں ہوں اور اسے مشقت میں ڈالے یہ ابتلاء ہے۔ اور اختبار کبھی مذکورہ طریقے سے اور کبھی محبوب فعل کے ذریعے کیا جاتا ہے"، (حسن بن عبد اللہ بن سہل، معجم الفروق اللغویۃ، مؤسسۃ النشر الاسلامی، قم، ایران، طبع اول: ۱۴۱۲ھ، ص: ۱۰)

(۲) ماتریدی، ابو منصور، تاویلات اہل السنۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طبع اول: ۲۰۰۵ء، ۱/ ۵۵۵

(۳) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بن عبد المطلب، قرشی، ہاشمی، ۳ قبل ہجری بمطابق ۶۱۹ء کو پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ امت میں حبر الامۃ اور ترجمان القرآن جیسے القابات سے مشہور ہیں۔ طائف میں سکونت پذیر تھے اور وہیں ۶۸ھ بمطابق ۶۸۷ء کو وفات پائی۔ (ابن الاثیر جزری، علی بن ابی الکرم محمد بن محمد، اسد الغابۃ، دار ابن حزم، بیروت، ۱۳۹۳ھ، ۳/ ۹۶، ترجمہ: ۳۰۳۸، زرکلی، خیر الدین بن محمود بن محمد، الاعلام، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۹۷۴ء، ۴/ ۹۵)

(۴) ابن ابی حاتم، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: اسعد محمد طیب، مکتبہ نزار مصطفی الباز، سعودی عرب، ۱۴۱۹ھ، ۱/ ۲۲۰

۱۔ کلمات سے احکام فطرت مراد ہیں۔ عبد الرزاق[1] روایت کرتے ہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"اللہ کے اس قول "اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام پر اُن کے رب نے آزمائش کی" سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے انہیں احکام طہارت کے ذریعے آزمایا۔ پانچ سر میں اور پانچ بدن میں۔ وہ جو سر میں ہیں ان میں مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، منہ میں پانی ڈالنا، مونچھیں کتروانا، اور مانگ نکالنا۔ دیگر پانچ میں ناخن کاٹنا، زیر ناف بال لینا، ختنہ کرنا، استنجاء کرنا اور بغل کے بال لینا"[2]

۲۔ کلمات سے اسلام کے وہ تیس احکام مراد ہیں جو سورۃ الاحزاب، سورۃ براءۃ، سورۃ المؤمنون اور سورۃ المعارج میں مذکور ہیں۔ ابن جریر[3] اور ابن ابی حاتم[4] روایت کرتے ہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ابراہیم علیہ السلام کو دین کے چند احکام میں آزمایا گیا اور وہ پورا اترے۔ اُن احکام میں دس سورۃ الاحزاب، دس سورۃ براءۃ، دس سورۃ المؤمنون اور سورۃ المعارج میں ہیں۔ اور کہا: دین اسلام کے تیس شعبے ہیں۔"[5]

---

(۱) عبد الرزاق بن ہمام بن نافع حمیری، یمن کے شہر صنعاء میں ۱۲۶ھ بمطابق ۷۴۴ء کو پیدا ہوئے۔ یمن میں پلے بڑھے جو اس زمانے میں بڑے بڑے ائمہ اور علماء کا مسکن تھا۔ حافظ حدیث تھے۔ تقریباً ۱۷ ہزار احادیث زبانی یاد تھیں۔ اسحاق بن راہویہ، احمد بن حنبل اور یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہم جیسے علماء حدیث کے استاذ ہیں۔ ۲۱۱ھ بمطابق ۸۲۷ء کو وفات پائی۔ (ابن خلکان، احمد بن محمد بن ابراہیم، وفیات الاعیان، منشورات الرضی، قُم، ایران، ۱۳۶۴، ۳/ ۲۱۶، خیر الدین بن محمود بن محمد زرکلی، الاعلام، ۳/۳۵۳)

(۲) عبد الرزاق، تفسیر عبد الرزاق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۹ھ، ۱/ ۲۸۹

(۳) محمد بن جریر بن یزید طبری، ابو جعفر، مؤرخ، مفسر اور امام تھے، ۲۲۴ھ بمطابق ۸۳۹ء کو "آمل طبرستان" میں پیدا ہوئے۔ بغداد میں سکونت پذیر رہے اور وہیں ۳۱۰ھ بمطابق ۹۲۳ء کو وفات پائی۔ (شمس الدین ابو الخیر محمد بن محمد الجزری، غایۃ النہایۃ، ۲/ ۱۰۶، خیر الدین بن محمود بن محمد زرکلی، الاعلام، ۶/ ۶۹)

(۴) عبد الرحمن بن محمد ابو حاتم بن ادریس بن منذر، تمیمی، حنظلی، رازی، ابو محمد "رے" میں ۲۴۰ھ بمطابق ۸۵۴ء کو پیدا ہوئے۔ کبار حفاظ حدیث میں سے تھے۔ رجال حدیث کے ماہر عالم تھے۔ بڑی تعداد میں مفید تصانیف لکھیں۔ ۳۲۷ھ بمطابق ۹۳۸ء کو وفات پائی۔ (ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، تذکرۃ الحفاظ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اول: ۱۴۱۹ھ، ۲/ ۱۱۲، خیر الدین بن محمود بن محمد زرکلی، الاعلام، ۳/ ۳۲۴)

(۵) طبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر، جامع البیان، تحقیق: احمد محمد شاکر، مؤسسۃ الرسالۃ، ۲۰۰۰ء، ۲/ ۸، ابن ابی حاتم، تفسیر القرآن العظیم، ۱/ ۲۲۰، سورۃ براءۃ، آیت: ۱۱۲، سورۃ الاحزاب، آیت: ۳۵، سورۃ المؤمنون، آیت: ۱-۹ اور سورۃ

۴. آیات کے مابین ربط

شیخ القرآن نہ صرف سورتوں کے مابین ربط کا اہتمام کرتے ہیں بلکہ سورۃ کے آغاز سے آیات کے مابین ربط کو ایک لڑی میں پروتے ہوئے اختتام تک اس انداز میں لے جاتے ہیں، جس سے قاری کے لیے نہ صرف ایک طویل سورۃ کا مضمون ذہن نشین کرنا آسان ہو جاتا ہے بلکہ اسے غیر مربوط کلام ہونے کا احساس نہیں ہوتا۔

سورۃ البقرۃ سے پہلی مثال

سورۃ البقرۃ میں دعوی توحید بعنوان﴿ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ﴾[۱] ذکر کیا گیا ہے۔اس دعوی کو ثابت کرنے کے لیے پانچ عقلی دلائل[۲] ذکر کئے گئے ہیں۔﴿فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ﴾[۳]"قرآن مجید کے مثل ایک دلیل لے آؤ"[۴] میں خصم سے دلیل کا مطالبہ کیا گیا ہے۔﴿فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ﴾[۵] میں دعوی توحید نہ ماننے والوں کو تخویف اخروی دی گئی ہے یعنی دلیل پیش کر سکتے تھے نہ آئندہ پیش کر سکو گے تو آگ کے عذاب سے ڈرو۔ ﴿وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ﴾[۶] میں دعوی توحید ماننے والوں کو اخروی بشارت دی گئی ہے۔اِس کے بعد ایک شبہ کا جواب ہے۔ چونکہ خصم اپنے دعوی پر دلیل پیش نہیں کر سکتا تو وہ اعتراضات اور شبہات شروع کر دیتا ہے "یہ اللہ کا کلام نہیں ہو سکتا کہ جس میں معمولی چیزوں کی مثالیں ذکر کی گئی ہیں"۔اس کا جواب یہ

المعارج، آیت:۲۳-۳۴ مراد ہیں۔اجمالاً تیس احکام یہ ہیں، سورۃ التوبۃ میں مذکور دس احکام: قتال فی سبیل اللہ، گناہوں سے توبہ، اللہ کی عبادت، اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا، دین کی نشر و اشاعت کے لئے سیاحت فی الارض، رکوع کرنا، سجدہ کرنا، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اللہ کے حدود کی حفاظت کرنا۔سورۃ الاحزاب میں مذکور دس احکام:اسلام، ایمان، قنوت (اللہ کی اطاعت)، صدق (سچ بولنا)، صبر کرنا، خشوع (عاجزی)، صدقہ کرنا، روزہ، شرمگاہ کی حفاظت اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنا۔سورۃ المؤمنون اور سورۃ المعارج میں مذکور دس احکام: نماز میں خشوع، لغویات سے اعراض، زکوۃ دینا، فرج کی حفاظت، امانت داری، ایفائے عہد، نمازوں کی حفاظت، قیامت کی تصدیق، عذاب الٰہی سے ڈرنا اور گواہی پر قائم رہنا۔

(۱) سورۃ البقرۃ:۲۱

(۲) سورۃ البقرۃ:۲۱-۲۲، پانچ عقلی دلائل یہ ہیں: تمہیں پیدا کیا ہے۔ تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا۔ آسمان کو چھت بنایا۔ بارش برساتا ہے اور اس کے ذریعے سے تمہارے لئے رزق پیدا کرتا ہے۔

(۳) سورۃ البقرۃ:۲۲

(۴) ابن جریر لکھتے ہیں:"فأتوا بحجة تدفع حجته" "پس ایسی دلیل لاؤ جو اِس (قرآن) کی دلیل کو ختم کر سکے"، (طبری، جامع البیان، ۱/ ۳۷۳)

(۵) سورۃ البقرۃ:۲۴

(۶) سورۃ البقرۃ:۲۵

ہے کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا﴾ (۱)۔ بعض لوگ دلائل تسلیم نہیں کرتے لیکن اگر انہیں احسانات یاد کروائے جائیں تو وہ بات مان لیتے ہیں۔ ﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ﴾ (۲) سے التذکیر بالنعم یعنی احسانات اور انعامات کی یاد دہانی کے ذریعے ﴿اعْبُدُوا رَبَّكُمُ﴾ کو ماننے کی ترغیب دی گئی ہے۔ (۳)

سورۃ البقرۃ سے دوسری مثال

سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۹۰ میں قتال فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے ﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور آیت ۱۹۴ تک تمام آیات کا تعلق قتال سے ہے۔ ﴿وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (۴) میں الترغیب إلی الإنفاق یعنی مال لگانے کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ جہاد بغیر انفاق کے ممکن نہیں۔ ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾ (۵) سے حج اور عمرہ کا بیان شروع ہو جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جہاد اور حج میں کیا مناسبت ہے؟ شیخ القرآن دونوں میں وجہ مناسبت یوں ذکر کرتے ہیں، کیونکہ دونوں میں نفس اور مال کی قربانی شامل ہے، اس لیے حج کو جہاد کے بعد ذکر کیا گیا۔ (۶)

آیت کے دو جملوں کے مابین ربط

شیخ القرآن نے نہ صرف آیات کے مابین ربط کو ایک لڑی میں پرویا ہے بلکہ آیت کے اندر ان دو جملوں کے مابین بھی ایک خوبصورت ربط قائم کیا ہے جو بظاہر آپس میں غیر مربوط نظر آتے ہیں۔

مثال

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (۷)

لوگ آپ سے (اے محمد ﷺ) نئے چاند کے (گھٹنے بڑھنے کے) بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دو (اے پیغمبر ﷺ) کہ یہ لوگوں کے لیے مقررہ اوقات ہیں اور (خصوصا) حج کے لیے۔ اور نیکی اس بات میں

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۶، بیضاوی، عبد اللہ بن عمر بن محمد، انوار التنزیل واسرار التاویل، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، طبع اول: ۱۴۱۸ھ، ۱/ ۶۲

(۲) سورۃ البقرۃ: ۲۸

(۳) بیضاوی، انوار التنزیل واسرار التاویل، ۱/ ۶۵

(۴) سورۃ البقرۃ: ۱۹۵

(۵) سورۃ البقرۃ: ۱۹۶

(۶) محمد طاہر، سمط الدرر فی ربط الآیات والسور، ص: ۳۹

(۷) سورۃ البقرۃ: ۱۸۹

نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کے پچھواڑے کی طرف سے آؤ۔ بلکہ نیکی اس شخص کی نیکی ہے جو اللہ سے ڈرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ ضرور نجات پاؤ۔

آیت کے پہلے حصے میں چاند کے بارے میں استفسار اور اس کا جواب ذکر ہے۔ اور آیت کے دوسرے حصے میں یہ کہا گیا ہے کہ گھر کے پیچھے کی طرف آنے میں کوئی نیکی نہیں ہے۔ ان دونوں جملوں میں کیا مناسبت ہے؟

شیخ القرآن اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

> "آیت کے پہلے حصے میں "التاديب في القول" "قول میں ادب دینا ہے" اور آیت کے دوسرے حصے میں "التاديب في الفعل" "فعل میں بھی ادب سکھانا" مراد ہے[1]۔ بالفاظ دیگر جس طرح تمہارا چاند کے بڑھنے گھٹنے کے بارے میں قول لایعنی ہے اسی طرح تمہارا گھروں میں اس طرح سے داخل ہونے کا فعل بھی لایعنی ہے۔ اپنے قول اور فعل دونوں کی اصلاح کرو۔"[2]

۵. آیات کے مابین رفع تعارض

شیخ القرآن کے منہج تفسیر میں قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ جہاں کہیں کسی آیت کا دوسری آیت کے ساتھ بظاہر معمولی تعارض بھی نظر آتا ہے، شیخ القرآن اس تعارض کی نشاندہی کر کے اس کے متعدد جوابات دیتے ہیں۔

مثال

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ﴾[3] میں ﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ﴾ پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے[4]۔

قرآن مجید اسی سورۃ میں فرماتا ہے ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾[5] "دین میں کوئی زبردستی نہیں" جبکہ ان کے اوپر کوہ طور کا اٹھایا جانا اکراہ ہے۔

شیخ القرآن نے اس اعتراض کے دو جوابات دیئے ہیں:

---

(۱) محمد نواز، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کی پشتو صوتی تفسیر کا اردو ترجمہ، تحقیق اور تدوین (مقدمہ، سورۃ الفاتحہ تا آخر سورۃ البقرۃ)، ص:۵۸۲

(۲) آلوسی، سید محمود، روح المعانی، تحقیق: علی عبد الباری عطیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طبع اول: ۱۴۱۵ھ، ۱/ ۴۷۰

(۳) سورۃ البقرۃ: ۶۴

(۴) رازی، التفسیر الکبیر، ۳/ ۵۳۸، آلوسی، روح المعانی، ۱/ ۲۸۱

(۵) سورۃ البقرۃ: ۲۵۶

۱۔ إراءة القدرة یعنی اپنی قدرت دکھانا۔ جس کا مطلب ہے کہ جب تم لوگوں نے اپنے رب کی قدرت کا مشاہدہ کیا ہے[۱]۔ تو پھر اس کی خلاف ورزی کیوں؟

۲۔ اکراہ فی الایمان جائز نہیں البتہ اکراہ فی الاحکام جائز ہے۔[۲]

اکراہ فی الدین اور اکراہ فی الاحکام میں فرق

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ کا تعلق ایمان سے ہے کہ کسی سے بزور ایمان تسلیم کروانا جائز نہیں ہے۔ البتہ اسلام میں اکراہ فی الاحکام جائز ہے۔ مثلاً ایک شخص قتل اور زنا کرے تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور زانی کو کوڑوں کی سزا یا سنگسار کیا جائے گا۔ بے نمازی شخص سے نماز پڑھوائی جائے گی۔[۳] جیسے حدیث میں آتا ہے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

> "جی چاہتا ہے کہ اپنی جگہ کسی کو نائب بناؤں اور وہ نماز پڑھائے اور جو لوگ عشاء کی نماز کے لیے مسجد نہیں آئے ان کے گھروں کو آگ لگادوں۔"[۴]

۶. ﴿آمَنُوا﴾ اور ﴿كَفَرُوا﴾ کا قاعدہ

قرآن مجید میں دو الفاظ ﴿آمَنُوا﴾ اور ﴿كَفَرُوا﴾ کثرت سے ذکر ہوئے ہیں۔ عام طور مفسرین ان کا مطلق اور مبہم معنی کرتے ہیں۔ ﴿آمَنُوا﴾ سے مراد وہ لوگ جو ایمان لائے اور ﴿كَفَرُوا﴾ سے مراد وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، جس سے مقصود ذہن نشین نہیں ہوتا۔ لیکن شیخ القرآن نے دونوں الفاظ کے معنی میں ابہام کو دور کرنے

---

(۱) زجاج، ابراہیم بن سری بن سہل، معانی القرآن واعرابہ، تحقیق: عبدالجلیل عبدہ شلبی، عالم الکتب، بیروت، لبنان، طبع اول: ۱۹۸۸ء، ۱/ ۱۴۸

(۲) محمد نواز، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کی پشتو صوتی تفسیر کا اردو ترجمہ، تحقیق اور تدوین (مقدمہ، سورۃ الفاتحہ تا آخر سورۃ البقرۃ)، ص: ۴۲۴

(۳) مشہور حدیث ہے کہ بچہ جب دس سال کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو اسے مار پڑے گی۔ (ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ، حدیث نمبر: ۴۹۵، دار الرسالۃ العالمیۃ، ۲۰۰۹ء،) ابوداؤد کے حاشیہ پر محقق شعیب ارنوؤط اس حدیث پر حکم لگاتے ہیں: "اسنادہ حسن"، بے نمازی شخص کی سزا کے بارے میں ائمہ اربعہ کے اقوال مطالعہ کریں۔ (مجلس مؤلفین، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، دار الصفوۃ، مصر، طبع اول: ۱۴۲۷ھ، ۲۷/ ۵۳-۵۴)

(۴) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الخصومات، باب اخراج أهل المعاصي والخصوم من البيوت بعد المعرفة، حدیث نمبر: ۲۴۲۰، الاوقاف السعودیۃ، ۱۹۹۷ء

کے لیے ایک قاعدہ وضع کیا ہے کہ جب بھی دونوں الفاظ مطلق آجائیں تو اس سے مراد یا تو سورۃ کے مقصد کی جانب ہو گا یا ماقبل مضمون کی طرف اشارہ ہو گا۔[۱]

مثالیں

۱۔ سورۃ البقرۃ میں ﴿اعْبُدُوا رَبَّكُمُ﴾[۲] دعوی توحید ذکر کیا گیا ہے۔اس کے بعد آیت ۲۴ میں ﴿أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾ کا جملہ آیا ہے۔ شیخ القرآن کے نزدیک کافرین سے مراد کون سا کافر ہے؟ وہ جو ﴿اعْبُدُوا رَبَّكُمُ﴾ سے انکار کرتا ہے یعنی توحید کا منکر۔ آیت ۲۵ میں ﴿وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ آیا ہے۔ شیخ القرآن کے نزدیک ﴿آمَنُوا﴾ سے مراد ﴿اعْبُدُوا رَبَّكُمُ﴾ کو ماننے والے ہیں یعنی توحید کو ماننے والے۔

۲۔ ﴿سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ﴾[۳] سے اللہ کے رسول ﷺ پر تحویل قبلہ کے سلسلہ میں اعتراض اور اس کے متعدد جوابات ہیں۔ شیخ القرآن کہتے ہیں کہ چونکہ اتباع رسول اور اتباع سنت میں مشکلات آئیں گی تو آیت ۱۵۳ میں اللہ فرماتے ہیں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾۔ شیخ القرآن کے نزدیک ﴿الَّذِينَ آمَنُوا﴾ سے مراد وہ لوگ جو رسالت پر ایمان لائے ہیں، انہیں نماز اور دین میں ڈٹ جانے کے ذریعے اللہ سے مدد مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۳۔ سورۃ البقرۃ کا تیسرا حصہ جہاد فی سبیل اللہ کے مضمون پر مشتمل ہے تو ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً﴾[۴] میں ﴿الَّذِينَ آمَنُوا﴾ سے مراد وہ لوگ جو جہاد کو مانتے ہیں انہیں پورے کے پورے اسلام میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی لیے شیخ القرآن فرماتے ہیں:

"اس آیت میں ترغیب الی الجہاد ہے۔"[۵]

۴۔ سورۃ البقرۃ کا چوتھا حصہ انفاق فی سبیل اللہ کے مضمون پر مشتمل ہے جو آیت ۱۵۳ سے شروع ہوتا ہے۔ آیت ۲۶۴ میں دونوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ اے لوگو جو انفاق کو مانتے ہو

---

(۱) محمد نواز، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کی پشتو صوتی تفسیر کا اردو ترجمہ، تحقیق اور تدوین (مقدمہ، سورۃ الفاتحہ تا آخر سورۃ البقرۃ)، ص:۳۶۱

(۲) سورۃ البقرۃ:۲۱

(۳) ایضا:۱۴۲

(۴) ایضا:۲۰۸

(۵) محمد نواز، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کی پشتو صوتی تفسیر کا اردو ترجمہ، تحقیق اور تدوین (مقدمہ، سورۃ الفاتحہ تا آخر سورۃ البقرۃ)، ص:۵۸۹

اپنی خیرات کو برباد مت کرو۔﴿وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾ میں کافرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو انفاق سے انکار کرنے والے ہیں۔

۷۔ مقصد کو ثابت کرنے کے طرق

شیخ القرآن کے نزدیک قرآن مجید اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لیے تین طریقے استعمال کرتا ہے:

۱۔ دلائل کے ذریعے (دلائل تین قسم کے ہیں: عقلی، نقلی اور وحی)[۱]

۲۔ خصم کے اعتراضات اور شبہات کے جوابات دینے کے ذریعے

۳۔ حلف (قسم) کے ذریعے[۲]

سورۃ البقرۃ میں مقصد کو ثابت کرنے کے لیے مذکورہ تین طریقوں میں سے دو طریق ذکر کئے گئے ہیں:

۱۔ اثبات توحید دلائل عقلیہ کے ذریعے

دعوی توحید کو ثابت کرنے کے لیے دلائل عقلیہ ذکر کئے گئے ہیں۔ آیت ۲۱ میں دعوی توحید﴿اعْبُدُوا رَبَّكُمُ﴾ کے اثبات کے لیے پانچ دلائل عقلیہ ذکر کئے گئے ہیں۔ آیت ۱۶۳ میں دعوی توحید ﴿وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ﴾ پر آٹھ دلائل عقلیہ[۳] ذکر کئے گئے ہیں۔ آیت ۲۵۵ میں دعوی توحید﴿اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ پر گیارہ دلائل عقلیہ[۴] ذکر کئے گئے ہیں۔

۲۔ اثبات رسالت کے لیے اللہ کے رسول ﷺ پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں[۵]:

ا۔ پہلا اعتراض: آپ ﷺ کے پاس جبریل وحی لاتے ہیں اور وہ ہمیشہ شر کے ساتھ آئے ہیں[۶]۔ اس کے پانچ جوابات دیئے گئے ہیں۔[۱]

---

(۱) محمد طاہر، العرفان من اصول القرآن، ص:۷۱-۷۹

(۲) محمد طاہر، العرفان من اصول القرآن، ص:۸۰

(۳) آٹھ عقلی دلائل یہ ہیں: زمین و آسمان کی پیدائش، دن اور رات کا ادلنا بدلنا، دریاؤں میں کشتیوں کا چلنا، بارش برسانا، بارش کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کرنا، زمین میں جانداروں کو منتشر کرنا، ہواؤں کو چلانا، اور زمین و آسمان کے مابین بادلوں کو مسخر کرنا۔

(۴) گیارہ عقلی دلائل یہ ہیں: ہمیشہ زندہ ہے۔ تدبیر کرنے والا ہے۔ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ آسمانوں اور زمین میں اُسی کا اختیار چلتا ہے۔ اس کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کے لئے سفارش نہیں کر سکتا۔ ماضی مستقبل سب اُسی کو معلوم ہے۔ مخلوق اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اس کی سلطنت زمین و آسمان سے زیادہ وسیع ہے۔ زمین و آسمان کی حفاظت اسے تھکاتی نہیں۔ بلندی پر قائم ہے۔ عظیم ذات ہے۔

(۵) شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ بن محمد، الموافقات، دار ابن عفان للنشر والتوزیع، سعودی عرب، طبع اول: ۱۹۹۷ء، ۴/ ۲۷۰

(۶) سورۃ البقرۃ: ۹۷

۲۔ دوسرا اعتراض: آپ ﷺ سیدنا سلیمان علیہ السلام کو نبی کہتے ہیں حالانکہ وہ جادوگر ہیں[۲]۔ اس کا جواب ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ﴾[۳]

شیخ القرآن کے نزدیک سورۃ البقرۃ میں رسالت پر کئے گئے اعتراضات کی تعداد نو ہے اور تمام اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔[۴]

۳۔ سورۃ البقرۃ میں حلف کے ذریعے دعویٰ کو ثابت کرنے کی کوئی مثال نہیں ہے۔ البتہ اس کی مثالیں سورۃ الصافات، سورۃ الذاریات کی ابتدائی آیات ہیں۔

۸. بعض آیات کے معانی میں انفرادیت

شیخ القرآن جن آیات کے معانی میں عام مفسرین سے ہٹ کر ایک منفرد معنی اختیار کرتے ہیں اس معنی کو اختیار کرنے کی دلیل دیتے ہیں اور عام معنی کو چھوڑنے کی علت بیان کرتے ہیں۔

پہلی مثال

﴿وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ﴾[۵]

اور جاری وشائع کرتے ہیں نماز کو۔

شیخ القرآن کہتے ہیں:

"فعل کا معنی اس کے متعلق کے اعتبار سے کیا جائے گا۔ گویا فعل کی مثال بیل کی طرح ہے اور اس کے مفاعیل اس کی رسیاں ہیں۔ اور وہ فعل کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اگر فعل کی اسناد مجسم چیز کی طرف کی جائے تو جسمیت کے مناسب معنی کیا جائے گا اور اگر

---

(۱) ابن جریر طبری، جامع البیان، ص:۳۷۷

(۲) سورۃ البقرۃ:۱۰۲

(۳) ابن جریر طبری، جامع البیان، ۲/۴۱۷

(۴) تیسرا اعتراض آیت: ۱۰۲ میں: "سحر (جادو) اور غیر اللہ کو پکارنا جائز ہے، کیونکہ اللہ نے بابل میں دو فرشتے جادو کی تعلیم کے لئے بھیجے تھے"، چوتھا اعتراض آیت: ۱۰۴ "اے پیغمبر ﷺ: آپ ہمیں درست الفاظ کے کہنے سے منع کرتے ہیں"، پانچواں اعتراض آیت: ۱۰۶ "اے پیغمبر ﷺ: آپ خود اپنے دین میں مضطرب اور پریشان ہیں۔ آج ایک حکم تو کل اس کی جگہ کوئی دوسرا حکم"، چھٹا اعتراض آیت: ۱۱۶ "اللہ کے نائب ہیں اور آپ اُن سے انکار کرتے ہیں"، ساتواں اعتراض آیت: ۱۱۸ "اگر آپ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں تو آپ کی رسالت پر اللہ ہمارے ساتھ ہم کلام ہو"، آٹھواں اعتراض آیت: ۱۴۲ "اے پیغمبر آپ نے تو پیغمبروں کا قبلہ چھوڑ دیا" اور نواں اعتراض آیت: ۱۵۷ "اے پیغمبر! آپ ہمیں بتوں کی عبادت سے منع کرتے ہیں اور خود صفا اور مروہ کی تعظیم کرتے ہیں" ذکر کیا گیا ہے۔ مطالعہ کریں: محمد طاہر، سمط الدرر فی ربط الآیات والسور، ص:۳۷

(۵) سورۃ البقرۃ:۳

غیر مجسم چیز کی طرف کی جائے تو اس کے مطابق معنی کیا جائے گا۔ جیسے "قام زید" "زید کھڑا ہوا"۔ اس میں قیام کی نسبت زید کی طرف ہے جو ایک شئ مجسم ہے۔ اور "قامت السوق" "بازار کھڑا ہوا" معنی نہیں کیا جائے گا کہ کیونکہ قیام کی نسبت ایک شئ غیر مجسم کی طرف کی گئی ہے۔ یہاں مناسب معنی یہ ہوں گے "بازار کھل گیا" یا "بازار گرم ہوا"۔ یہی فرق "جاء زید" اور "جاء البرد" میں بھی ہے۔ یعنی "زید آیا" اور "سردی ظاہر ہوئی"۔ یہاں بھی دونوں کی محیثت میں فرق ہے۔ زید کا آنا پیدل چل کر یا سواری پر شخص مجسم ہونے کی وجہ سے ظاہر ہے۔ جبکہ سردی کا آنا زید کے آنے کی طرح نہیں ہے کہ کوئی یہ کہے کہ "إنتقل من مكان إلى مكان" "سردی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی ہوئی آئی"۔ بلکہ "سردی ظاہر ہوئی" کا معنی کیا جائے گا جب لوگوں نے سردی کے مناسب لباس اور گرم کپڑے پہننا شروع کئے تو عربی میں "جاء البرد" کہا جاتا ہے۔ ﴿وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ﴾ میں قیام کی نسبت ایک غیر مجسم چیز (نماز) کی طرف کی گئی ہے جس کا مطلب ہے "نماز کو رائج کرتے ہیں"[1] بالفاظ دیگر "خود بھی پڑھتے ہیں اوروں کو بھی اس کا حکم دیتے ہیں"۔ اور قرآن مجید میں بھی یہی حکم دیا گیا ہے ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾[2] "اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر ڈٹے رہو"۔ "نماز پڑھتے ہیں" اور "نماز رائج کرتے ہیں" دونوں معنوں میں فرق واضح ہے کیونکہ اول الذکر میں صرف یہ ہے "کہ خود پڑھتے ہیں" اولاد یا ماتحت پڑھے یا نہ پڑھے کوئی پرواہ نہیں۔ اس معنی میں دو خرابیاں لازم آئیں:

۱۔ ایک تو قاعدہ کلیہ کا لحاظ نہیں کیا گیا کہ فعل کا معنی جسم اور غیر جسم اشیاء کی طرف اسناد کے اعتبار سے تبدیل ہوتا ہے۔

۲۔ معنی میں نقصان کا لازم ہونا۔

---

(۱) شاہ ولی اللہ، التفہیمات الالہیۃ، مدینہ برقی پریس بجنور، یوپی، انڈیا، ۱۹۳۶ء، تفہیم: ۶۶، ۱/ ۱۴۹

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۳۲

جبکہ ثانی الذکر میں دونوں جانبین کا احاطہ کیا گیا ہے "خود بھی پڑھتے ہیں اور اپنے ماتحتوں کو بھی حکم دیتے ہیں"۔ اور قاعدے کے مطابق بھی معنی درست ہے۔[۱]

دوسری مثال

﴿فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ﴾[۲]

پس لے آؤ ایک دلیل قرآن مجید کی طرح۔

سورة قطعة من الكلام "کلام کا ایک ٹکڑا" کو کہا جاتا ہے۔[۳] یہاں سورۃ سے مراد "دلیل" ہے۔﴿فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ﴾ میں خصم سے دلیل کا مطالبہ ہے کہ قرآن مجید نے گذشتہ آیت میں دعوی توحید﴿اعْبُدُوا رَبَّكُمُ﴾ پر پانچ دلائل ذکر کئے۔ اگر تم اس دعوی اور دلیل کو نہیں مانتے کہ اللہ اکیلے عبادت کا مستحق ہے تو﴿فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ﴾ "قرآن مجید کی طرح ایک دلیل لے آؤ" قابل شخص وہ ہوتا ہے جو اپنے دعوی پر دلیل پیش کرے اور پھر مخالف سے مطالبہ کرے کہ وہ اپنے دعوی پر دلیل پیش کرے۔

تیسری مثال

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾[۴]

وہی تو ہے جس نے زمین میں جو ہے تمہارے لیے پیدا کیا ہے (اور عقیدہ رکھو) یہ سب اس کی طرف سے ہے۔

﴿لَكُمْ﴾ میں "لام" انتفاع کے لیے ہے۔ ﴿جَمِيعًا﴾ کو مفسرین نے ماقبل موصول کے لیے حال بنایا ہے۔

شیخ القرآن کہتے ہیں:

"اگر ماقبل اسم موصول کے لیے حال مانا جائے تو دو اعتراض وارد ہوتے ہیں:

۱۔ تمہارے فائدے کے لیے تمام چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ کیا شر کی چیزیں کسی اور نے پیدا کی ہیں جیسا کہ مجوس "اہرمن" کے قائل ہیں۔

۲۔ ساری چیزیں تمہارے فائدے کے لیے ہیں۔ حالانکہ بہت سی چیزیں ہیں جو ضرر رساں ہیں اور وہ انسان کے فائدے کے لیے نہیں ہیں جیسے سانپ، بچھو، زہر وغیرہ۔"

---

(۱) محمد نواز، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کی پشتو صوتی تفسیر کا اردو ترجمہ، تحقیق اور تدوین (مقدمہ، سورۃ الفاتحہ تا آخر سورۃ البقرۃ)، ص:۳۲۳

(۲) سورۃ البقرۃ:۲۳

(۳) بقاعی، ابراہیم بن عمر بن حسن، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، دار الکتب الاسلامی، قاہرۃ، ۱۴۰۴ھ، ۱/ ۱۶۵

(۴) سورۃ البقرۃ:۲۹

دونوں اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ دراصل کلام میں "تقطیع" ہے جس کا مطلب ہے "کاٹنا"۔ یہاں مراد کلام کو ایک جگہ پر روکنا اور کاٹنا ہے۔ ﴿جَمِيعًا﴾ یہاں پر ﴿خَلَقَ﴾ کے لیے حال واقع نہیں ہے بلکہ فعل محذوف کے لیے حال ہے۔ یعنی "واعتقدوا جميعاً منه"(۱) "اور عقیدہ رکھو کہ یہ جملہ چیزیں اللہ کی طرف سے ہیں (خواہ خیر کی ہوں یا شر کی ہوں وہی اس کا خالق ہے)" اور یہ "علفتها تبنا وماء باردا"(۲) کے قبیل سے ہے۔ یعنی بجائے اس کے کہ ﴿جميعاً﴾ کو ماقبل کے لیے معمول بنایا جائے بلکہ اس کے لیے عامل محذوف نکالا جائے۔ یوں اس جملے میں مجوسیوں کی تردید بھی ہوئی جو خیر اور شر کے لیے الگ الگ خدا یزدان اور اہرمن کے قائل ہیں(۳)۔ اور اس بات کا جواب بھی ہوا کہ زمین میں پیدا کردہ چیزیں انسان کے فائدے کے لیے ہیں اور سب کی سب اللہ کی طرف سے ہونے کا عقیدہ رکھو خواہ خیر کی ہیں یا شر کی۔ شیخ القرآن اپنے معنی کی تائید میں سورۃ الجاثیہ آیت ۱۳ سے استدلال کرتے ہیں

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ﴾

اور تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور عقیدہ رکھو کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہیں (خواہ مسخر ہوں یا غیر مسخر سب اللہ کی مخلوق ہیں)۔

اس توجیہ میں نہ صرف حسن ہے بلکہ اعتراضات کے جوابات بھی ہوئے۔(۴)

۹. آیات کے عنوانات

شیخ القرآن جس طرح سورتوں کے مقاصد کے ذریعے پوری سورۃ کا مقصد اور نچوڑ بیان کرتے ہیں اسی طرح ایک لفظ کے ذریعے پوری آیت کا مقصد قاری کے سامنے رکھ دیتے ہیں، مثلا

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ﴾(۵)

---

(۱) ابن جریر طبری، جامع البیان، ۲۲/ ۶۵، ابن ہشام، عبد اللہ بن یوسف بن احمد، مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب، تحقیق: ڈاکٹر مازن المبارک و محمد علی حمد اللہ، دار الفکر، دمشق، طبع ششم: ۱۹۸۵ء، ص: ۶۶۲، زمخشری، محمود بن عمرو بن احمد، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دار الکتاب العربی، بیروت، طبع سوم: ۱۴۰۷ھ، ۴/ ۲۸۸

(۲) فراء، یحیی بن زیاد، معانی القرآن، تحقیق: احمد یوسف نجاتی، دار المصریۃ للتالیف والترجمۃ، قاہرہ، مصر، طبع اول: ۱۴۲۲ھ، ۱/ ۱۳-۱۴، شعر کا ترجمہ "میں نے اسے گھاس کھلائی اور ٹھنڈا پانی" ظاہر ہے کہ گھاس کھلائی جاتی ہے اور پانی کھلایا نہیں بلکہ پلایا جاتا ہے۔ اس لئے یہاں "ماء باردا" مفعول ہے اور اس کا فعل محذوف ہے جو "سَقَيْتُهَا" ہے۔

(۳) بغدادی، عبد القاہر، الفرق بین الفرق وبیان الفرقۃ الناجیۃ، دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، طبع دوم: ۱۹۷۷ء، ص: ۲۷۸

(۴) ابن ابی حاتم، تفسیر القرآن العظیم، ۱/ ۷۵

(۵) سورۃ البقرۃ: ۲۱۴

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور تم پر گذشتہ لوگوں جیسی حالت نہیں آئی ہوگی۔

اس آیت میں "تشجیع" ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴾(۱)

اے ایمان والو! (اللہ سے) مدد حاصل کرو (دین پر) ثابت قدمی اور نماز کے ذریعے۔ بے شک اللہ ثابت قدموں کے ساتھ ہے۔

اس آیت میں "امور مصلحہ" ہیں۔

آیت طویلہ(۲)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى ...﴾(۳)

اے ایمان والو! جب تم آپس میں ایک مقرر میعاد کے لئے قرض کا لین دین کرنے لگو۔

کے بارے میں کہتے ہیں اس آیت میں "امور منتظمہ" ہیں۔

اسی طرح زجر، تخویف دنیاوی واخروی، بشارت، تسلی اوران کے علاوہ اصطلاحات بھی ہیں۔

۱۰. جہاد کی تین منزلیں

شیخ القرآن نے قرآن مجید میں جہاد کی تین منزلیں ذکر کی ہیں(۴):

۱۔ ابتدائی منزل: یعنی میدان جہاد میں جانے سے پہلے کیسا معاشرہ ضروری ہے۔

۲۔ درمیانی منزل: میدان جہاد میں کون سے قواعد وضوابط کی پابندی لازمی اور ضروری ہے۔

۳۔ آخری منزل: جہاد کے بعد امیر اور مامور پر کون کون سے امور لازم ہیں۔

سورۃ البقرۃ میں جہاد کی ابتدائی منزل کے لیے تین امور ذکر کئے گئے ہیں(۵):

۱۔ مجاہد کی ٹریننگ جس کے لیے شیخ القرآن تہذیب الاخلاق کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں۔

۲۔ سیاست مدینہ یعنی ملک کی اصلاح۔

۳۔ تدبیر منزل یعنی گھر کی اصلاح۔

---

(۱) سورۃ البقرۃ:۱۵۳

(۲) سورۃ البقرۃ:۲۸۲

(۳) سورۃ البقرۃ:۲۸۲

(۴) محمد نواز، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کی پشتو صوتی تفسیر کا اردو ترجمہ، تحقیق اور تدوین (مقدمہ، سورۃ الفاتحہ تا آخر سورۃ البقرۃ)، ص:۱۲۵

(۵) محمد طاہر، سمط الدرر فی ربط الآیات والسور، ص:۳۸-۳۹

مجاہد کے عقیدہ اور عمل کی اصلاح کی اصلاح سورۃ البقرۃ: ۱۷۷ میں دس احکام ذکر کئے گئے ہیں۔ جن میں سے پانچ کا تعلق عقیدہ اور پانچ کا تعلق عمل کے ساتھ ہے۔ اگر مجاہد یہ پانچ صفات اپنے عقیدہ میں لے آئے تو اس سے بزدلی ختم ہو جائے اور باقی پانچ عمل میں لے آئے تو اس سے سستی ختم ہو جائے گی۔

سیاست مدینہ کے لیے چار بنیادی احکام ذکر کئے گئے ہیں اگر ملک میں یہ چار قوانین نافذ کئے جائیں تو ملک امن کا گہوارہ بن جائے:

۱۔ قصاص کا قانون جاری کیا جائے۔[۱]

۲۔ مال کو اللہ کے قانون کے مطابق تقسیم کیا جائے۔[۲]

۳۔ نفس کی اصلاح کے لیے روزے کا حکم۔[۳]

۴۔ انسداد رشوت ستانی۔[۴]

اور گھر کی اصلاح کے لیے اٹھارہ احکام آیت ۲۱۵ سے آیت ۲۴۲ تک ذکر کئے گئے ہیں۔

۱۱. شرک اور اس کی اقسام

شیخ القرآن کے نزدیک قرآن مجید میں شرک کی بنیادی طور پر دو قسمیں بیان ہوئی ہیں:

۱۔ شرک اعتقادی ۲۔ شرک فعلی

شرک اعتقادی کی چار اقسام ہیں:

۱۔ شرک فی العلم ۲۔ شرک فی التصرف ۳۔ شرک فی الدعاء ۴۔ شرک فی العبادۃ

شرک فعلی سے چار مسائل متعلق ہیں:

۱۔ تحریمات اللہ ۲۔ تحریمات العباد ۳۔ نذور اللہ ۴۔ نذور العباد

مذکورہ مسائل میں سے دو حرام اور شرک ہیں: تحریمات العباد اور نذور العباد۔ اور اس کے مقابلے میں تحریمات اللہ اور نذور اللہ کو ماننا عین توحید ہے۔

سورۃ البقرۃ میں شرک اعتقادی اور شرک فعلی دونوں کی تردید کی گئی ہے۔ ﴿اعْبُدُوا رَبَّكُمُ﴾[۵] میں شرک فی العبادۃ کی تردید کی گئی ہے جو شرک اعتقادی کی ایک قسم ہے۔

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۱۷۸-۱۷۹

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۸۰-۱۸۲

(۳) سورۃ البقرۃ: ۱۸۳

(۴) سورۃ البقرۃ: ۱۸۸

(۵) سورۃ البقرۃ: ۲۱

فرشتوں سے علم غیب کی نفی کے ذریعے[۱] شرک فی العلم کی تردید کی گئی ہے۔بنی اسرائیل کی بچھڑے کی عبادت پر مذمت کی گئی ہے۔سیدنا یعقوب علیہ السلام کی اپنی اولاد کو وصیت ذکر کی گئی ہے:

﴿إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا﴾[۲]

جب اُس(یعقوب) نے اپنے بیٹوں سے کہا: میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ تو انہوں نے کہا: ہم تیرے حاجت روا اور تیرے باپ دادا یعنی ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے حاجت روا کی عبادت کریں گے جو یکتا حاجت روا ہے۔

﴿وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ﴾[۳] میں بھی شرک اعتقادی کی تردید کی گئی ہے اور آیت ۱۶۸ سے ۱۷۳ تک کی آیات میں شرک فعلی کی تردید کی گئی ہے۔[۴]

خلاصہ

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کے منہج تفسیر کی تلخیص کچھ یوں ہے:

۱۔ قرآن مجید کے شروع سے آخر تک سورۃ کو سورۃ کے ساتھ مربوط کرنا اور آیت کو آیت کے ساتھ مربوط کرنا

۲۔ ہر سورۃ کو آسان فہم بنانے کے لیے اُس کے آغاز میں "پانچ ضروری باتوں" سے بحث کرنا

۳۔ ہر سورۃ اور ہر باب کا خلاصہ پیش کرنا

۴۔ آیات کے مابین ظاہری تعارض کو رفع کرنے کی معقول توجیہات کرنا

۵۔ تفسیر بالماثور بالعموم اور تفسیر القرآن بالقرآن کا غالب ہونا

۶۔ فن تفسیر میں نت نئی اصطلاحات کا اضافہ کرنا

۷۔ قرآن مجید کی آیات سے کلیات اور اصول کا استنباط اور استخراج کرنا

۸۔ مفسرین کے اقوال سے دلیل کی بنیاد پر اختلاف کرنا

۹۔ مضمون کے اعتبار سے قرآن مجید کی سورتوں کو "آٹھ مقاصد" میں تقسیم کرنا

۱۰۔ قرآن مجید کو دورِ حاضر کے مسائل پر منطبق کرنا اور معاشرے کی اصلاح کے لیے قرآن مجید کو ہی بنیادی ذریعہ سمجھنا

---

(۱) سورۃ البقرۃ:۳۲

(۲) سورۃ البقرۃ:۱۳۳

(۳) سورۃ البقرۃ:۱۶۳

(۴) محمد طاہر، سمط الدرر فی ربط الآیات والسور، ص:۴۱

نتائج وسفارشات

امام مالک [۱] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اس امت کے آخر کی اصلاح اسی چیز کے ذریعے سے ہو گی جس سے اس امت کے اول کی اصلاح ہوئی تھی" [۲]۔

اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ صدرِ اول کی اصلاح کا بنیادی ذریعہ "قرآن" تھا۔ شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کا دورِ حاضر میں قرآن مجید کے پیغام کو آسان فہم انداز میں بیان کرنا امام مالک کے قول کی ایک جیتی جاگتی مثال ہے۔ آج ایک ایسے دور میں جب آئے دن ہر طرف سے نت نئی شکل میں انکارِ حدیث کے فتنے اُٹھ رہے ہیں ایسے میں "قرآن مجید" سے نہ صرف حجیت حدیث کو ثابت کرنے کی اہمیت بڑھ جاتی ہے بلکہ اس کے ماننے والوں کو کلامِ الٰہی میں مزید تدبر اور غور وفکر کرنے کی طرف دعوت دیتی ہے کہ وہ دورِ فتن کے مشوش ذہنوں کو قرآنی تعلیمات کے ذریعے سے مطمئن کرنے کے لیے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کریں۔ اور یہ تب ہی ممکن ہے جب قرآن مجید کے ذریعے معاشرے کی اصلاح کا بیڑہ اٹھانے والوں کی کوششوں، علمی نکات اور فہم دین کو زیبِ قرطاس کیا جائے۔

ایک اور اہم بات کہ جس کی طرف اشارہ ضروری ہے وہ یہ کہ پوری دنیا میں مسلمان فرقہ واریت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ جہاں اس مرض میں کمی لانے کے دیگر اسباب ہیں وہیں ان میں سے ایک ضروری سبب یہ ہے کہ مختلف مکاتبِ فکر کے نظریات اوراُن کے مناہج کو منظر عام پر لایا جائے اور دورِ حاضر کے تحقیقی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے پرکھا جائے۔

❁❁❁

(۱) مالک بن انس بن مالک اصبحی، حمیری، ابو عبد اللہ، امام دار الہجرۃ، ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ ۹۳ھ بمطابق ۷۱۲ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ دینی امور میں سختی سے پابند اور امراء، وزراء اور سلاطین سے کوسوں دور رہتے تھے۔ مدینہ منورہ ہی میں ۱۷۹ھ بمطابق ۷۹۵ء کو وفات پائی۔ (ابن خلکان، احمد بن محمد بن ابراہیم، وفیات الاعیان، ۴/ ۱۳۵، زِرکلی، الاعلام، ۵/ ۲۵۷)

(۲) قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی، تحقیق: علی محمد البجاوی، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۴ھ، ۲/ ۶۷۶